۱۶ ربیع الآخر ۱۴۴۷ھ / 10 اکتوبر 2025ء

ظُلم کے ذریعے امتحان

اور

ظالِم کا خُسران

مجلسِ علماءِ نظامیہ پاکستان مرکزی دفتر جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ لاہور

گزشتہ خطبات حاصل کرنے کے لیے ویب سائٹ ملاحظہ کریں: khutbatenizamia.com یا QRcode سکین کریں:

042-37374429 0315-7374429 munpk7374429@gmail.com

مجلس علماء نظامیہ پاکستان Join our channel
مجلس علماء نظامیہ پاکستان Follow our Account
Jamia Nizamia Rizvia Like our Page
Jamia Nizamia Rizvia Like our Page
You Tube Jamia Nizamia Rizvia Subscribe our channel

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ، أَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

وَ کَذٰلِکَ اَخۡذُ رَبِّکَ اِذَاۤ اَخَذَ الۡقُرٰی وَ ہِیَ ظَالِمَۃٌ ؕ اِنَّ اَخۡذَہٗۤ اَلِیۡمٌ شَدِیۡدٌ۔ [ھود 102:11]

خالقِ کائنات جَلَّ مَجْدُہٗ حقیقی طور پر حاکمِ اعلیٰ اور بادشاہِ مطلق ہے۔ وہ جو بھی فیصلہ کرے اُسے ردّ نہیں کیا جاسکتا اور وہ جو چاہے کرے اُس سے کوئی پوچھنے والا نہیں۔ نہ تو اُس پر کوئی شے لازم ہے اور نہ ہی وہ کسی کو جواب دہ ہے۔ لامتناہی قدرت اور لا محدود اختیارات کے باوجود ربِّ ذوالجلال ظلم نہیں فرماتا... نہ تو کسی کو بے جا سزا دیتا ہے اور نہ ہی کسی کے اِنعام میں کمی فرماتا ہے۔

احکم الحاکمین پسند فرماتا ہے، بلکہ نہایت تاکید کے ساتھ حکم دیتا ہے کہ بندے بھی ایک دوسرے پر ظلم نہ کریں اور عدل کا دامن تھامے رکھیں۔ اُس نے انصاف کرنے والوں سے دُنیا و آخرت میں سرفرازی کے وعدے فرمائے ہیں اور ظالموں کو دونوں جہان میں ذلّت و رُسوائی کی وعیدیں سنائی ہیں۔

دُنیاوی نظام میں بعض افراد، اقوام یا مَمالک اتنے طاقت وَر ہوتے ہیں کہ قانون اُن کے سامنے بے بَس دکھائی دیتا ہے، وہ ڈھٹائی کے ساتھ ظلم کرتے ہیں، مگر اُنھیں روکنے والا کوئی نہیں ہوتا... جب کہ قادرِ مطلق کے حضور صورتِ حال اِس سے یکسر مختلف ہے۔ کسی بھی شخص یا قوم کی مجال نہیں کہ اُسے عاجز کر سکے اور اُس کی قدرت سے باہَر نکل جائے، بلکہ ہر ایک ہر لمحہ اُس کے قبضۂ قدرت میں ہے اور وہ جب چاہے جیسے چاہے ظالم کی گرفت فرما سکتا ہے۔ یہ تمام اُمور بلاشبہ حقائق ہیں، مگر موجودہ حالات کے پیشِ نظر:

- عقل کے پجاری اعتراض کرنے لگتے ہیں کہ دُنیا ظلم کی آگ میں جل رہی ہے، خصوصًا مسلمانانِ عالَم ظلم و ستم کا شکار ہیں، پھر اللہ تعالیٰ ظالموں کی گرفت اور مظلوموں کی مدد کیوں نہیں فرماتا؟
- یوں ہی جن لوگوں کو ایمان بالغیب کی پختگی نصیب نہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی حکمتوں سے بے خبر ہیں، وہ وسوسوں میں مبتلا ہو کر شِکوہ و شکایت کے شیطانی جال میں پھنس جاتے ہیں۔
- اِسی طرح اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی طاقتوں اور کرامتوں کا انکار کرنے والے بدمذہب و فتنہ پرور زبان درازی کرنے لگتے ہیں کہ تمہارے غوث و داتا کہاں ہیں؟ وہ اب مسلمانوں کی فریاد رَسی اور مشکل کُشائی کیوں نہیں کرتے؟

حقیقت یہ ہے کہ نہ تو ربِّ کریم کی قدرت میں کوئی کمی ہے اور نہ ہی اُس کے پیاروں کو عطا ہونے والے اختیارات میں کوئی نَقص ہے، بلکہ خالقِ کائنات کا ہر فعل حکمتوں سے بھرپور ہوتا ہے۔ کبھی حکمت کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ ظالم کی فوری گرفت ہو، چنانچہ اُسے جلد ہی اپنے کیے کی سزا مل جاتی ہے اور کبھی حکمت اِس میں ہوتی ہے کہ ظالم کو مہلت ملے؛ لہٰذا اُسے کچھ عرصے کے لیے چھوٹ دی جاتی ہے۔

اِسی تناظُر میں آج کا خطبہ ”ظُلم کے ذریعے امتحان اور ظالم کا خُسران“ کے عنوان سے ہو گا، اِن شاء اللہ تعالیٰ۔

ظالم اور اُس کے حمایتیوں کا انجام

ربِّ کریم جلّ جلالہٗ جن جرائم پر بہت ناراض ہوتا ہے اُن میں سے ایک ظلم بھی ہے۔ قرآن وسنت میں ظلم کرنے سے سختی کے ساتھ منع فرمایا گیا ہے، حتّٰی کہ ربِّ کریم نے دُشمنوں پر بھی ظلم کی اجازت نہیں دی۔ ظالم پر اللہ تعالیٰ کا اِس قدر غضب ہوتا ہے کہ جو ظالم کے ساتھ ظلم میں تعاوُن کرے، بلکہ جو ظلم میں فقط اُس کی حمایت کرے، بلکہ جو طاقت کے باوجود اُسے ظلم سے روکنے میں سُستی کا مظاہرہ کرے اُس پر بھی ربِّ ذوالجلال ناراض ہوتا ہے۔

ظلم کی حُرمت: سیدنا ابوذر جُندُب غِفاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ربِّ کریم کا ارشاد روایت فرماتے ہیں:

يَا عِبَادِيْ! إِنِّيْ حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلٰى نَفْسِيْ وَجَعَلْتُهٗ بَيْنَكُمْ مُّحَرَّمًا؛ فَلَا تَظَالَمُوْا۔ یعنی ”میرے بندو! مَیں ظلم سے پاک ہوں اور مَیں نے تم پر بھی باہمی ظلم کو حرام فرمایا ہے؛ لہٰذا ایک دوسرے پر ظلم نہ کرنا!“ (صحیح مسلم، حدیث:2577)

ظالم کے خلاف دُعا کی قبولیت: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثَلَاثَةٌ لَّا تُرَدُّ دَعْوَتُهُمْ۔ ”تین افراد کی دُعا ردّ نہیں ہوتی“:

1) اَلصَّائِمُ حَتّٰى يُفْطِرَ۔ ”روزہ دار، جب روزہ افطار کرتا ہے۔“

2) وَالْإِمَامُ الْعَادِلُ۔ ”عدل وانصاف کرنے والا حکمران۔“

3) وَدَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ، يَرْفَعُهَا اللهُ فَوْقَ الْغَمَامِ وَيَفْتَحُ لَهَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ وَيَقُوْلُ الرَّبُّ: وَعِزَّتِيْ لَأَنْصُرَنَّكَ وَلَوْ بَعْدَ حِيْنٍ۔ ”اور (ظالم کے خلاف) مظلوم کی دُعا کو اللہ تعالیٰ بادلوں سے اُوپر اُٹھالیتا ہے اور اُس کے لیے آسمان کے دروازے کھلوا دیتا ہے (خاص قبولیت عطا کرتا ہے) اور رب تعالیٰ فرماتا ہے: (اے مظلوم!) مجھے اپنی عزّت وعظَمت کی قسم! مَیں ضرور تیری مدد کروں گا، اگرچہ کچھ دیر کے بعد ہی سہی۔“ (جامع ترمذی، حدیث:3598۔ سننِ ابنِ ماجہ، حدیث:1752)

ظالم کو نہ روکنے کی سزا: سیدنا عبداللہ بن عَمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا رَأَيْتُمْ أُمَّتِيْ تَهَابُ الظَّالِمَ أَنْ تَقُوْلَ: أَنْتَ ظَالِمٌ فَقَدْ تُوُدِّعَ مِنْهُمْ۔ یعنی ”جب تم میری اُمّت کو دیکھو کہ وہ ظالم کو ظالم کہنے سے خوف زدہ ہو (طاقت کے باوجود اُسے ظلم سے نہ روکے) تو اُسے بے یار ومددگار چھوڑ دیا جائے گا۔“

(مسند البزار، حدیث:2374، 2375۔ مسند احمد، حدیث:6521، 6784۔ المستدرک علی الصحیحین، حدیث:7036، حدیث صحیح)

اِن وعیدوں میں جہاں ظالم کے لیے درسِ عبرت ہے وہاں مظلوموں کو بے یار ومددگار چھوڑنے والوں کو بھی سخت ڈانٹ ہے۔ چنانچہ اِس وقت غزہ میں ہونے والے مظالم پر خاموش بُت بننے والوں کو بھی اِن نصوص سے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔

سخت گرفت کے لیے ظالم کو مہلت ملنا

اللہ تعالیٰ کا دستور ہے کہ وہ ہر ظالم کی فوری گرفت نہیں فرماتا، بلکہ بعض ظالموں کو کچھ عرصہ کے لیے چھوٹ دیتا ہے۔ ظالم اِس غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ مجھے کوئی پوچھنے والا نہیں، مگر حقیقتِ حال اِس کے برعکس ہوتی ہے؛ اُس کی فوری طور پر پکڑ اِس لیے نہیں ہوتی کہ ربِّ ذوالجلال اُسے ڈھیل دیتا ہے، جب وہ سرکشی کی حدیں پار کر لیتا ہے تو اُس کے بڑے جرائم کی سزا بھی بڑی ہی دی جاتی ہے اور اُسے رہتی دُنیا تک کے لیے نشانِ عبرت بنا دیا جاتا ہے۔

ارشادِ ربّانی: باری تعالیٰ نے مظلوموں کو تسلی اور ظالموں کو دھمکی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

❖ وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۬ؕ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ۔ ”اور (اے سننے والے!) تم ہر گز یہ گمان نہ کرنا کہ اللہ ظالموں کے اعمال سے بے خبر ہے، وہ تو اُنھیں اُس دن کے لیے مہلت دے رہا ہے جس میں (دہشت کے مارے) آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔“

❖ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ۔ ”وہ اپنے سر اُٹھائے (محشر کی طرف) دوڑتے جا رہے ہوں گے، اِس حال میں کہ اُن کی پلک تک نہیں جھپک رہی ہو گی اور اُن کے دلوں میں کوئی ہمت نہیں ہو گی۔“ [ابراھیم 14:42، 43]

فرمانِ مصطفوی: سیدنا ابو موسیٰ عبد اللہ بن قیس اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبیِ غیب دان ﷺ نے فرمایا: إِنَّ اللهَ لَيُمْلِي لِلظَّالِمِ حَتّٰى إِذَا أَخَذَهُ لَمْ يُفْلِتْهُ ۔ ”بے شک اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل دیتا ہے، حتّٰی کہ جب اس کی پکڑ فرماتا ہے تو پھر اُسے مہلت نہیں دیتا (بہت سخت سزا دیتا ہے)“۔ پھر آپ ﷺ نے اِس آیتِ کریمہ کی تلاوت فرمائی: وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ۭ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ۔ [ھود 11:102] یعنی ”آپ کے رب کی گرفت ایسی ہی ہوتی ہے جب وہ بستیوں کو پکڑتا ہے اِس حال میں کہ بستیوں والے ظالم ہوں، بے شک اُس کی پکڑ بہت دردناک، شدید ہے۔“ (صحیح بخاری، حدیث: 4686)

بے شمار تاریخی مثالیں اِن آیاتِ کریمہ کی عملی تصدیق ہیں... فرعون، نمرود، یزید اور ہلاکو خان جیسے ہزاروں ظالم اپنے اپنے دَور میں یہی سمجھتے رہے کہ ہمیں لگام ڈالنے والا کوئی نہیں، مگر قادرِ مطلق نے گرفت فرمائی تو نشانِ عبرت بن گئے۔ موجودہ دَور کے بڑے ظالم امریکہ اور اسرائیل بھی ہر گز اللہ تعالیٰ کی قدرت سے باہر نہیں، ربِّ ذوالجلال اپنی حکمت کے مطابق وقتِ مقرر تک کے لیے چھوٹ دے رہا ہے کہ ”کر لو! کیا کچھ کر سکتے ہو... بنا لو! کتنے ہتھیار بنا سکتے ہو... جب ہماری گرفت ہو گی تو سب کچھ ناکارہ ہو جائے گا۔“

جو لوگ قدرتِ الٰہیّہ سے متعلق وسوسوں کا شکار ہیں اُنھیں بھی اپنی غلط فہمی کا ازالہ کر لینا چاہیے، ظالموں کو مہلت ملنے کا مطلب ہر گز یہ نہیں کہ معاذ اللہ وہ قابو میں نہیں، بلکہ یہ حکمت کا تقاضا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی حکمتیں خوب جانتا ہے۔

ظالم کو مہلت سے مظلوم اور دیگر کی آزمائش

اللہ تعالیٰ بندوں کو مختلف طریقوں سے آزماتا ہے، ایک ذریعہ یہ بھی ہوتا ہے کہ بہت مرتبہ وہ ظالم کی جلد گرفت نہیں فرماتا۔

ظالم کو مہلت دینے سے جہاں اُس کی آزمائش ہوتی ہے وہاں دوسروں کا بھی امتحان لیا جاتا ہے:

- مظلوم کی یوں آزمائش ہوتی ہے کہ وہ پختہ مومن ہو تو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی رِضا پر راضی رہتا ہے اور کافِر، منافق یا کمزور ایمان والا ہو تو شِکوہ و شکایت کرنے لگتا ہے اور نافرمانی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔
- اور دوسرے لوگوں کا امتحان اِس طرح لیا جاتا ہے کہ وہ عذابِ خداوندی سے ڈرتے ہوئے مظلوم کو ظلم سے بچانے کی کوشش اور دین کی سربلندی کے لیے جہاد کرتے ہیں یا اپنے اپنے مفادات کا تحفّظ کرتے ہوئے ظالم کو بے لگام چھوڑ دیتے ہیں!

مظلوم کی آزمائش: ارشادِ باری تعالیٰ ہے: بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ o الٓمّٓ o اَحَسِبَ النَّاسُ اَنۡ یُّتۡرَکُوۡۤا اَنۡ یَّقُوۡلُوۡۤا اٰمَنَّا وَہُمۡ لَا یُفۡتَنُوۡنَ o وَلَقَدۡ فَتَنَّا الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ فَلَیَعۡلَمَنَّ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ صَدَقُوۡا وَلَیَعۡلَمَنَّ الۡکٰذِبِیۡنَ۔

"الٓمّٓ، کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ اُنھیں صرف اتنی بات پر چھوڑ دیا جائے گا کہ وہ کہتے ہیں "ہم ایمان لائے" اور اُنھیں آزمایا نہیں جائے گا؟ ہماری عزت کی قسم! بے شک ہم نے اِن سے پہلے لوگوں کا بھی امتحان لیا تو اللہ ضرور ضرور سچوں کو ظاہر فرما دے گا اور ضرور ضرور جھوٹوں کو (بھی) ظاہر کر دے گا۔" [العنکبوت 29:1 تا 3]

دیگر کی آزمائش: ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَلَوۡ یَشَآءُ اللّٰہُ لَانۡتَصَرَ مِنۡہُمۡ وَلٰکِنۡ لِّیَبۡلُوَا بَعۡضَکُمۡ بِبَعۡضٍ۔

"اور اگر اللہ چاہتا تو خود ہی اُن سے انتقام لے لیتا (دُشمنانِ دین کو زمین میں دَھنسا دیتا یا پتھر برسا کر ہلاک کر دیتا یا کسی اور ذریعہ سے تباہ کر دیتا)، لیکن (وہ یہ چاہتا ہے کہ) تمھیں ایک دوسرے کے ذریعے آزمائے۔" [محمد 47:4]

لمحۂ فکریہ: موجودہ عالَمی حالات کے تناظر میں یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب چاہے، جیسے چاہے ایک لمحے سے بھی کم وقت میں امریکہ و اسرائیل کو اُن کے تمام اتحادیوں سمیت تباہ کر سکتا ہے، مگر اُنھیں مہلت دینے میں دو طرح کے لوگوں کا امتحان ہے:

1) اہلِ فلسطین اور کشمیریوں سمیت تمام مظلوموں کا امتحان ہے کہ وہ مشکل حالات میں دینی تقاضوں کو چھوڑ دیتے ہیں یا شہادتوں اور تباہی کی پرواہ کیے بغیر اسلام کی خاطر میدانِ عمل میں ڈٹے رہتے ہیں۔

2) اُن کے ساتھ ساتھ ہمارے سمیت دُنیا بھر کے مسلمانوں کا امتحان ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائیوں کو ظلم سے بچانے کے لیے اور دین کا جھنڈا سربلند کرنے کے لیے جہاد کا راستہ اپناتے ہیں یا گھر بیٹھ کر مذمّتی قراردادوں پر اکتفا کرتے ہیں!

حمّاس اور اہلِ کشمیر جس استقامت کے ساتھ ظلم کے مقابلے میں ڈٹے ہوئے ہیں اُمید ہے کہ وہ بارگاہِ الٰہی میں کامیاب ہی قرار پائیں گے... ہمارے سمیت باقی مسلمانوں کو اپنے ضمیر سے ضرور پوچھنا چاہیے کہ وہ اِس امتحان میں کامیاب ہیں یا ناکام؟

ظلم... مظلوم کے حق میں بہتری کا ذریعہ

انسان اس بات سے بے خبر ہے کہ کل کیا ہونے والا ہے! اُس کی نظر موجودہ صورتِ حال اور فوری فائدے پر ہوتی ہے؛ یہی وجہ ہے کہ عمومی طور پر ظلم کے نتیجے میں مظلوم بھی دل برداشتہ ہوتا ہے اور دوسرے لوگ بھی پریشان ہوتے ہیں... مگر ربِّ کریم ہر چیز کے انجام کو خوب جانتا ہے اور وہ نقصان دہ چیز کو نفع بخش بنانے پر کامل قدرت رکھتا ہے۔ وہ چاہے تو زہر کو تریاق بنادے... اُس کی مشیت ہو تو تباہی عُروج کا سبب بن جائے... اُس کے لیے طوفانوں کا رُخ موڑنا اور ابابیلوں سے ہاتھیوں کو مَروانا کچھ مشکل نہیں۔

چنانچہ ربِّ کریم کئی مرتبہ ظالم کو ڈھیل دیتا ہے؛ اِس لیے کہ اِس میں مظلوم کا دُنیاوی فائدہ بھی ہوتا ہے اور اُخروی نفع بھی...

- اُخروی نفع تو واضح ہے کہ مظلوم کو آخرت میں پورا پورا انصاف بھی دیا جائے گا اور صبر پر بے پناہ اِنعام سے بھی نوازا جائے گا۔
- دُنیاوی نفع یوں کہ مظلوم کو صبر پر اللہ تعالیٰ کی مدد نصیب ہوتی ہے، ظلم کے سدِّباب کے لیے منصوبہ بندی کا شعور بیدار ہوتا ہے اور اپنی کوتاہیوں کو دُور کرنے کے اقدامات کا راستہ کھلتا ہے... تو بالآخر ظلم مظلوموں کی کامیابی کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۔ ”اور قریب ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو حالانکہ وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور ہو سکتا ہے کہ تم کسی بات کو پسند کرو حالانکہ وہ تمہارے حق میں بُری ہو۔“ آیت کا اختتام اِن حسین کلمات پر ہے: وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۔ ”اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“ [البقرۃ2:216]

تاریخ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے کہ مظلوموں کو ربِّ کریم کی مدد نصیب ہوئی اور ظلم اُن کے عروج کا ذریعہ بن گیا:

⟸ کُفّارِ مکہ نے کمزور مسلمانوں پر مظالم میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی تھی۔ جسمانی تشدد، ذہنی اذیّت، معاشی و معاشرتی بائیکاٹ، نیست و نابود کرنے کی سازشیں... ہر طرح سے ظلم کیا گیا، مگر صحابۂ کرام علیہم الرضوان دین پر ڈٹے رہے تو ربِّ کریم نے ایسی مدد فرمائی کہ دُنیا حیران رہ گئی۔ مختلف غزوات میں نُصرت کے علاوہ چشمِ فلک نے یہ نظّارہ بھی کیا کہ ہجرت کے آٹھویں سال رمضان المبارک میں رسولِ رحمت ﷺ دس ہزار صحابہ کے ہمراہ مکہ مکرمہ کو فتح کرنے کے لیے تشریف فرما ہوئے تو کسی کی جرأت نہیں تھی کہ اُن کا راستہ روک سکے... جو پہلے بدمعاشی کرتے تھے وہ اب جان بچانے کے لیے امان لے رہے تھے اور رَحم کی درخواستیں پیش کر رہے تھے۔

⟸ برِّصغیر میں برطانوی سامراج نے دل کھول کر لُوٹ مار کی اور معاشی و سیاسی جَبر کی حد کر دی، مگر علماء و مشائخِ اہلِ سنّت میدانِ عمل میں ڈٹے رہے اور 1857ء کی جنگِ آزادی سمیت ہر موقع پر ایمانی جرأت کے ساتھ انگریز کا مقابلہ کیا تو تائیدِ ربّانی سے ایسا شعور بیدار ہوا کہ انگریز نے مجبوراً یہ خطہ چھوڑا اور پاکستان کے نام سے ایک اسلامی نظریاتی ریاست معرضِ وجود میں آگئی۔

آج بھی اگر مسلمان بُزدلی چھوڑیں اور اسلام کی سربلندی کے لیے اتّحاد و اتفاق کے ساتھ جہاد کا راستہ اپنائیں تو خالقِ کائنات کی مدد سے ضرور عُروج نصیب ہوگا اور عالَمی طاقتوں کا موجودہ جَبر مسلمانوں کی سرفرازی کا ذریعہ بن جائے گا۔

عطائے الٰہی سے محبوبانِ خدا کا مظلوموں کی مدد کرنا

اللہ تعالیٰ مظلوم کی ضرور مدد فرماتا ہے، تاہم کبھی فوری طور پر اور کبھی حکمت کے مطابق وقتِ مناسب پر۔ پھر نُصرت اِلٰہی کبھی بلاواسطہ ہوتی ہے... یعنی ربِّ کریم مخلوق کو درمیان میں لائے بغیر براہِ راست اِعانت سے نواز تا ہے... اور کبھی مخلوق کے واسطے سے ہوتی ہے، جیسا کہ بدر میں فرشتے مدد کا سبب بنے... اصحابِ فیل کے خلاف ابابیل اِمداد کا ذریعہ بنے... اور کئی مرتبہ انبیائے کرام علیہم السلام اور اولیائے عظام علیہم الرحمہ اللہ تعالیٰ کی اِعانت کا مظہر بن جاتے ہیں۔

سمجھنے کی بات یہ ہے کہ فرشتے بھی اللہ تعالیٰ کے معزّز بندے ہیں اور اَنبیاء واَولیا بھی اُس کے مقرّب بندے ہیں، جب یہ کہا جائے کہ "اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتوں نے مدد کی ہے" تو اِس سے کسی طرح کا شرک نہیں ہوتا، یوں ہی اگر یہ کہا جائے کہ "محبوبانِ خدا نے اذنِ الٰہی سے مدد کی ہے" تو بھی کسی قسم کا شرک لازم نہیں آتا؛ کیونکہ دونوں صورتوں میں اللہ تعالیٰ کی ہی مدد ہے، وہ چاہے تو فرشتوں کو ذریعہ بنادے اور چاہے تو انسانوں میں سے اپنے پیاروں کو وسیلہ بنادے۔

محبوبانِ خدا کا وسیلہ پیش کر کے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنا نہ صرف جائز ہے، بلکہ اِس سے قبولیتِ دُعا کی اُمّید میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ یوں ہی پیاروں کو اللہ تعالیٰ کی مدد کا مظہر سمجھ کر اُن سے درخواست کرنا کہ "آپ اذنِ اِلٰہی سے ہماری مدد کیجیے!"، یہ بھی جائز ہے۔

توسُّل سے دُعا: حضرت اُمیّہ بن خالد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَسْتَفْتِحُ بِصَعَالِيْكِ الْمُهَاجِرِيْنَ۔[1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجِر فقرا کے ذریعے مدد طلب کرتے تھے۔ یعنی حضورِ اقدس ﷺ (تعلیمِ اُمّت کے لیے) اللہ تعالیٰ کے حضور دُعا کرتے تھے کہ اے اللہ! میرے ہجرت کرنے والے صحابہ میں جو غربت واِفلاس کے باوُجود دین پر استقامت کے ساتھ عمل کر رہے ہیں اُن کی برکت ووَجاہت سے ہمیں دُشمنوں پر فتح عطا فرما! (معجمِ کبیر: 1/292، حدیث: 857۔ شرح السنۃ 14/264، حدیث: 4062، حدیث صحیح)

اِستِمْداد: سیدِ عالَم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمّت کو حکم فرمایا: اُطْلُبُوا الْخَيْرَ وَالْحَوَائِجَ مِنْ حِسَانِ الْوُجُوْهِ۔ یعنی "بھلائی اور حاجتوں کا سُوال کرنا ہو تو خوب صورت ونورانی چہرے والوں سے سُوال کرو!"

(معجمِ کبیر، ج: 11، ص: 81۔ مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث: 26276۔ فضائل الصحابۃ لأحمد، حدیث: 1246[2])

اولیائے کرام علیہم الرحمہ سے بڑھ کر کون خوب رُو ہو گا جنھیں دیکھ کر خدا یاد آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو حقیقی مدد گار سمجھتے ہوئے اُس کے پیاروں سے مدد مانگنا نہ صرف جائز ہے، بلکہ ہمیشہ سے اُمّتِ مسلمہ کا معمول بھی رہا ہے۔

---

[1] بِأَنْ يَقُوْلَ: اَللّٰهُمَّ انْصُرْنَا عَلَى الْأَعْدَاءِ بِحَقِّ عِبَادِكَ الْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِيْنَ۔ (مرقاۃ المفاتیح، تحت الحدیث: 5247)

[2] یہ حدیثِ مبارک متعدد اکابر نے مختلف اسانید سے روایت کی ہے اور حسن لغیرہ ہے۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: فتاوٰی رضویہ، ج: 21، ص: 311 تا 317

سیدنا عمر کی مدد: ”نِہاوند“ ایرانی صوبے ہَمدان کا شہر ہے، اِس کی فتح سے ایران پر اسلام کا جھنڈا لہرانے کی راہ ہموار ہوئی اور ساسانی سلطنت کا خاتمہ ہوا۔ فتحِ نہاوند کا واقعہ بہت ایمان افروز ہے۔ سیدنا عمر نے سیدنا ساریہ بن زُنَیم رضی اللہ عنہما کو لشکر کا امیر بنا کر نہاوند کی طرف روانہ کیا۔ جنگ کے دوران ایک موقع پر مجاہدین کو سخت مشکل کا سامنا کرنا پڑا؛ کیونکہ کفار کے کچھ دستے ایک پہاڑ کی اَوٹ میں جمع ہوئے؛ تاکہ پہاڑ کے پیچھے سے مسلمانوں پر حملہ کر دیں۔ اگر یہ سازش کامیاب ہو جاتی ہے تو بڑے جانی و جنگی نقصان کا خطرہ تھا۔

عین اِس وقت امیر المؤمنین فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ مسجدِ نبوی میں منبرِ رسول پر جلوہ افروز ہو کر خطبۂ جمعہ ارشاد فرما رہے تھے۔ دورانِ خطبہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا: یَاسَارِیَۃُ الْجَبَلَ! یعنی ساریہ! پہاڑ کی طرف توجّہ کرو؛ تاکہ دشمن پیچھے سے حملہ نہ کرے! سینکڑوں میل دُور جہاد کرتے ہوئے سیدنا ساریہ رضی اللہ عنہ نے یہ آواز سنی اور فوراً اُس پر عمل کیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرما دی۔

(دلائل النبوّۃ لأبي نعیم، فصل:29، ماظهر علی ید عمر، ص:579، 580، رقم: 525تا 528، دار النفائس۔ البدایۃ والنهایۃ، ج:7، ص:147، 148، دار إحیاء التراث العربي، قال ابن کثیر: وهذا إسناد جیّد حسن)

نہاوند کی فتح کے بعد جب مجاہدین واپس مدینہ منوّرہ پہنچے تو امیر لشکر سیدنا ساریہ اور دیگر مجاہدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے خود بتایا کہ ہم شکست کے قریب پہنچ چکے تھے، ایسے میں جمعہ شریف کے دن دوپہر کے وقت ہمیں ایک آواز سنائی دی، ہم نے اُس پر عمل کیا تو خالقِ کائنات جلّ مجدہٗ نے فتح سے نواز دیا۔ (دلائل النبوّۃ، ص:579)

ازالۂ وہم... اِس وقت اولیا مدد کیوں نہیں کر رہے؟

جب اللہ تعالیٰ کی حکمت کے مطابق مظلوم کی فوری طور پر مدد نہیں کی جاتی تو فتنہ پرور لوگ سادہ لَوح مسلمانوں کو پریشان کرنے کے لیے کہتے ہیں: اب اولیاء اللہ کہاں ہیں؟ وہ مدد کیوں نہیں کر رہے؟ مثلاً موجودہ حالات میں بعض مُنہ پھٹ کہتے ہیں: سرزمینِ مقدّس کے باسی اِس وقت انتہائی ظلم کا شکار ہیں، اگر نبی اور ولی کچھ کر سکتے ہیں تو اُنھیں بچاتے کیوں نہیں؟ حالانکہ اُس خطے میں ہزاروں انبیاء و اولیا کی قبریں ہیں... اب تمہارے غوثِ اعظم کدھر ہیں؟ یوں وہ بزرگانِ دین سے محبّت و عقیدت رکھنے والے مسلمانوں کے ذہنوں میں یہ بات بٹھانے کی کوشش کرتے ہیں کہ محبوبانِ خدا سے مدد مانگنا ناجائز، بلکہ شرک ہے۔

اِس حوالے سے یہ بات تو واضح ہو چکی کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے بندوں سے متعلق میں یہ سمجھنا کہ وہ اِذنِ الٰہی سے مدد کرتے ہیں اور یہی نظریہ رکھ کر اُن سے مدد مانگنا ہرگز شرک نہیں، بلکہ قرآن و سنّت سے اِس کی تائید ہوتی ہے اور یہ ہمیشہ سے اُمّت کا معمول ہے۔

پھر یہ انتہائی حماقت ہے کہ فوری طور پر مدد نہ ہونے سے یہ ثابت کیا جائے کہ وہ کچھ کر ہی نہیں سکتے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی بلاواسطہ مدد بھی ہمیشہ فوری طور پر نہیں ہوتی، بلکہ بہت مرتبہ حکمت کے تحت ظالم کو کچھ عرصہ کے لیے چُھوٹ دی جاتی ہے۔ چنانچہ جب اللہ کریم کا فیصلہ ہوتا ہے کہ جلد مدد ہو تو وہ کبھی بلاواسطہ فوری کرم فرماتا ہے اور کبھی وہ اپنے پیاروں کو اُسی وقت مدد کرنے کا حکم دیتا ہے اور جب اُس کی حکمت ہو کہ مناسب وقت پر مدد ہو گی تو براہِ راست مدد بھی فوری نہیں ہوتی اور پیارے بھی جلدی کچھ نہیں کرتے۔

حرفِ آخر: ربِّ کریم کی حکمت اور ظالم کی ذلّت

ربِّ ذوالجلال جلّ مجدہٗ ایسا بادشاہ ہے کہ زمین و آسمان، بلکہ پورے جہان میں کوئی معمولی سا کام بھی اُس کی اِجازت کے بغیر نہیں ہو سکتا... اُس کی قدرت اتنی لامحدود (Unlimited) ہے کہ لامکان سے لے کر مکان کے آخری کنارے تک بغیر کسی معاوِن کے وہ اکیلا پورے نظام کو چلا رہا ہے، لطف یہ کہ اِس پورے نظام میں نہ تو کبھی کوئی شے اُس کے قابو سے باہَر ہوئی ہے اور نہ ہی کبھی ایسا ہو سکتا ہے... اُس کی شانِ عدل اتنی بلند ہے کہ ہم اُس کے حضور ظلم کا تصوُّر بھی نہیں کر سکتے... اور علم ایسا کامل ہے کہ اُس کا ہر فعل حکمتوں سے بھرپور ہوتا ہے، تاہم بہت مرتبہ مخلوق اُس کی حکمتوں کو سمجھنے سے قاصِر رہتی ہے۔

یہ باتیں جوشِ خطابت کا اِظہار نہیں، بلکہ بنیادی اسلامی عقائد ہیں، جو قرآن و سنت میں جابجا تعلیم فرمائے گئے ہیں۔ اگر کسی شخص کو معاذ اللہ اِن اُمور سے متعلق معمولی شک بھی ہو تو وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

باری تعالیٰ کی لامحدود بادشاہی، اُس کی لامتناہی قدرت، اُس کے بے مثال عدل اور اُس کے کامل علم کا تصوُّر کرتے ہوئے جب بندہ دُنیا کے حالات پر نظر ڈالتا ہے اور دیکھتا ہے کہ ظلم کی آگ کے شُعلے آسمانوں سے باتیں کر رہے ہیں تو شیطان ذہنوں میں کچھ وسوسے ڈالتا ہے اور شیطان کے چیلے بھانت بھانت کی بولیاں بولتے ہیں، مثلاً:

- اپنی عقل کو سب کچھ سمجھنے والے بے وقوف اعتراض کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا بھی ہے اور وہ جو چاہے کر بھی سکتا ہے تو پھر وہ مظلوموں کی مدد اور ظالموں کی پکڑ کیوں نہیں کرتا؟
- ایمان کے کچے اور اللہ کریم کی حکمتوں سے بے خبر لوگ شیطان کے دھوکے میں آجاتے ہیں اور شِکوہ و شکایت کرنے لگتے ہیں۔
- اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی عزت و وَجاہت اور اُن کی طاقت و کرامت کے منکرین بھی اپنا منہ کھول لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر ولی کچھ کر سکتے ہیں تو وہ اب مسلمانوں کی فَریاد رَسی اور مشکل کشائی کیوں نہیں کرتے؟

یہ باتیں بعض اوقات اتنی خطرناک ہو جاتی ہیں کہ انسان بنیادی اسلامی عقائد کے حوالے سے تشویش میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

بہر حال اِن وَساوِس کے اِزالے، ایمان کی پختگی اور رحمتِ الٰہی سے پُراُمّید رہنے کی ترغیب دلانے کے لیے آج کے خطبہ میں ”ظلم کے ذریعے امتحان اور ظالم کے خُسران“ کے عنوان سے کچھ باتوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ خلاصہ یہ ہے:

1) اللہ تعالیٰ ظالم پر سخت غضب فرماتا ہے، بلکہ ظالم کی حمایت کرنے یا طاقت کے باوُجود اُسے ظلم سے نہ روکنے والے پر بھی ناراض ہوتا ہے... اُس کے حضور ظالم سخت سزا کا حق دار ہے اور ربِّ کریم مظلوم کی ضرور مدد فرماتا ہے۔

2) ربِّ قدیر کا دستور ہے کہ وہ ہمیشہ ظالم کی فوری گرفت نہیں فرماتا، بلکہ حکمت کے مطابق کبھی جلد سزا دیتا ہے اور کبھی وقتِ مناسب پر اُس کی پکڑ فرماتا ہے۔

3) جب حکمت کا تقاضا یہ ہو کہ ظالم کی فوری گرفت اور مظلوم کی جلد مدد کی جائے تو ربِّ کریم کبھی بلا واسطہ فوری کرم فرما دیتا ہے اور کبھی اپنے پیاروں کو اُسی وقت مدد کرنے کا حکم دیتا ہے اور جب اُس کی حکمت یہ ہو کہ بعد میں مناسب وقت پر مدد ہو گی تو براہِ راست مدد بھی فوری نہیں ہوتی اور اُس کے محبوب بندے بھی جلدی کچھ نہیں کرتے۔

4) ظالم کو فوری سزا نہ دینے میں اللہ تعالیٰ کی بے شمار حکمتیں ہوتی ہیں، کچھ انسان کو سمجھ آتی ہیں اور بہت ساری حکمتیں ایسی ہیں جنھیں انسان کی ناقص عقل نہیں سمجھ پاتی۔ چند حکمتیں یہ ہیں:

i. اللہ تعالیٰ کا ایک عالی شان وصف "حِلم" بھی ہے، یعنی وہ سزا کے حق دار کو سزا دینے میں جلدی نہیں فرماتا؛ تاکہ اُسے موقع مل جائے اور وہ اپنے جرائم سے توبہ کر لے۔

ہم سب کو اپنے کرتوت معلوم ہیں، موقع سے فائدہ اُٹھانا چاہیے اور توبہ میں ہر گز تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔

ii. کبھی جلد سزا نہ دینا اِظہارِ غضب کے لیے ہوتا ہے، وہ ظالم کو ڈھیل دیتا ہے، حتّٰی کہ جب اُس کا ظلم بہت زیادہ ہو جاتا ہے تو اُس کی گرفت بھی اُتنی ہی زیادہ سخت ہوتی ہے اور ظالم دوسروں کے لیے نشانِ عبرت بن جاتا ہے۔

iii. کبھی مظلوم کی آزمائش مقصود ہوتی ہے کہ وہ صبر کا دامن تھامے دین پر قائم رہتا ہے یا بے صبری کا مظاہرہ کرتے ہوئے دینی تقاضوں کو چھوڑ بیٹھتا ہے!

iv. کبھی دیگر مسلمانوں کا امتحان لیا جاتا ہے کہ وہ اپنے مظلوم مسلمان بھائیوں کی مدد کرتے ہیں اور دین کا جھنڈا سربلند کرنے کی خاطر جہاد کرتے ہیں یا اپنے اپنے مفادات کی خاطر خاموش تماشائی بنے رہتے ہیں۔

اِس تناظر میں ہمارے سمیت پوری اُمّت کو اپنے گریبان میں جھانکنا چاہیے کہ ہم نے غزہ کے مظلوموں کے لیے کیا کیا ہے! کیا ہم روزِ قیامت بارگاہِ الٰہی میں جواب دینے کے قابل ہیں!

v. ظالم کو فوری سزا نہ دینے میں ایک حکمت یہ بھی ہوتی ہے کہ ربِّ کریم ظلم کو مظلوموں کے دوبارہ عُروج پانے کا ذریعہ بناتا ہے۔ مسلسل ظلم کے نتیجے میں اتحاد کی اہمیت سمجھ آتی ہے، اپنی کوتاہیوں پر غور کرنے کا موقع ملتا ہے اور انسان سچے دل سے اللہ کریم کی مدد مانگتا ہے... چنانچہ بالآخر یہ ظلم ہی مظلوم کے عروج کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

شرعی مسئلہ: آج کل زیادہ تر والدین کی خواہش ہوتی ہے کہ اپنے بچے کا ایسا نام رکھیں جو بالکل نیا ہو اور خاندان میں کسی اور کا یہ نام نہ ہو۔ چنانچہ اِس چکر میں بعض اوقات ایسے نام بھی رکھ لیے جاتے ہیں جن کا معنٰی بُرا ہوتا ہے یا وہ نام بے معنٰی ہوتے ہیں۔

یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ ہمیں محبوبانِ خدا، یعنی انبیائے کرام علیہم السلام، صحابہ واہلِ بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور بزرگانِ دین علیہم الرحمہ کے ناموں پر نام رکھنے کا حکم ہے۔ اِن ناموں کی برکتیں عمر بھر نصیب رہتی ہیں اور روزِ حشر بھی اِن ناموں سے پکارا جانا ایک اعزاز ہو گا۔

اللہ تعالیٰ اپنی رحمتِ کاملہ سے ہم سب کی بخشش ومغفرت فرمائے! اپنی رِضا کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق سے نوازے! اور عقل پرستی، شیطانی وساوِس اور فتنہ پرستوں کے شُرور سے محفوظ رکھے!

قادرِ مطلق اہلِ غـــزہ سمیت دُنیا بھر کے مظلوم مسلمانوں کی مدد فرمائے، امریکہ اسرائیل گٹھ جوڑ کے شر سے اُمّت کو محفوظ رکھے! اوراسرائیل کو تمام اتحادیوں سمیت نشانِ عبرت بنائے!

ربِّ کریم اہلِ پاکستان کو سیلاب سمیت تمام زمینی وآسمانی آفات سے محفوظ فرمائے اور مشکلات میں مبتلا جملہ مسلمانوں کی خاص مدد فرمائے!

خالقِ کریم وطنِ عزیز کے تمام اربابِ اختیار کو اسلام کا خدمت گزار اور عوام کا خیر خواہ بنائے!

آمین بجاہِ النّبیِّ الکریم ﷺ!